ترجمہ و حواشی: ڈاکٹر سید علیم اشرف☆

حضرت شیخ احمد سید رفاعی بارگاہِ رسالت میں

زیر نظر مضمون خاتم المحدثین امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ۱۵۰۵ء کے ایک فتوے کا ترجمہ ہے، جس کا موضوع غوث اکبر ابو العلمین سیدی سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ کی ایک کرامت کا اثبات ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ نے اس کا نام "الشرف المحتم فیما منّ اللہ بہ علی ولیہ السید احمد الرفاعی رضی اللہ عنہ من تقبیل ید النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" رکھا ہے۔ امام سیوطی کا یہ رسالہ معاصر عرب عالم شیخ جمال صقر نے اپنی کتاب "مجمع العلمین فی مناقب ابی العلمین" میں شائع کیا ہے۔
(بار دوم، بیروت: دار الشاریع للطباعۃ والنشر والتوازیع ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲ء)

ولی کبیر و امام شہیر حضرت سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر شریف سے دست مبارک کو باہر نکالنے کے بارے میں سوال ہوا ہے کہ آیا وہ واقعہ ممکن ہے یا نہیں؟ اور کیا اس مشہور روایت کی سندیں عالی و صحیح ہیں یا نہیں؟ میں نے اسی سوال کے جواب میں یہ کتابچہ تحریر کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے "الشرف المحتم فیما منّ اللہ بہ علی ولیہ السید احمد الرفاعی رضی اللہ عنہ من تقبیل ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

سب سے پہلے جو کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور تمام دوسرے انبیاء کی حیات قطعی و یقینی ہے، اور اس یقین کے لیے ہمارے پاس یقینی دلائل و براہین ہیں، صحیح روایتیں اور متواتر خبریں ہیں، خود میں نے حیات الانبیاء کے موضوع پر ایک خاص کتاب تصنیف کی ہے جس میں دلائل و اخبار کو تفصیل سے ذکر کیا ہے[1]

یہاں میں ان دلائل میں سے چند ایک کا ذکر کرنا چاہوں گا، امام ابو نعیم نے "الحلیۃ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر موسی علیہ الصلاۃ والسلام وھو قائم یصلی فیہ" [2]

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے تو پایا کہ وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، امام ابو یعلی نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ: "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" [3]

یعنی انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں، اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مرتبۂ نبوت و شہادت دونوں اکٹھا کر دیا ہے، یعنی دونوں مرتبے آپ کی ذات میں جمع ہو گئے ہیں، اور اس کی دلیل امام بخاری اور امام بیہقی کی روایت کردہ وہ حدیث ہے جسے ان حضرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کیا ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں فرمایا کرتے تھے کہ: "لم ازل اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فھذا اوان انقطاع ابھری من ذالک السم" [4]

میں اب بھی خیبر میں کھائے گئے (زہریلے) کھانے کی تکلیف محسوس کرتا ہوں، اس زہر کے اثر سے "ابھری" رگ کے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

لہٰذا نص قرآنی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ثابت شدہ ہے، کیونکہ فرمان الٰہی ہے کہ "لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون" [5]

اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ مت سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق پا رہے ہیں۔

انبیائے کرام شہداء سے اس بات کے زیادہ حقدار ہیں اور ہمارے نبی کریم تمام انبیائے کرام صلوۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احقیت ان فضائل و خصائص کے سبب ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیے ہیں، نہایت ثقہ

☆Firdaus Wali Lodge Hadi Nagar Aligarh (U.P)

محدثین نے انبیا، کی حیات کو مستقلا موضوع بنایا ہے۔ بعض انبیاء علیہم السلام کو خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باحیات دیکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ہمیں خبر دی ہے اور بلا شبہ ان کی خبر سچی ہے کہ ہمارے درود آپ پر پیش کیے جاتے ہیں اور ہمارے سلام آپ تک پہنچائے جاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیتے ہیں جو سلام پیش کرتا ہے۔

البارزی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب دیا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم باحیات ہیں، ایام حرہ میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گونج سن کر ہی نماز کے اوقات کو جانتے تھے۔

''اخبار مدینہ'' میں زبیر بن بکار نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے: میں ایام حرہ میں مزار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذان واقامت کی آواز سنتا رہتا تھا یہاں تک کہ لوگ واپس آگئے۔

عفیف الدین یافعی فرماتے ہیں کہ: ''یہ طے شدہ ہے کہ جو چیز انبیائے کرام کے لیے بطور معجزہ جائز ہے وہ سب اولیاء کے لیے بطور کرامت بلا شرط چیلنج جائز ہے'' ہے

اور فرماتے ہیں کہ: اور یہ ایسی بات ہے کہ اس بات کا انکار صرف جاہل شخص ہی کرے گا، حیات انبیاء کے سلسلے میں علماء کے بے شمار اقوال ہیں لیکن میں اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں، چونکہ حیات انبیاء ثابت ہے اور اولیاء کا انبیائے کرام کے کلام کو سننا اور ان کی زیارت کرنا بھی صحیح ہے، لہٰذا سیدی سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا قبر شریف سے باہر آنا بھی ممکن ہے اور اس میں یا تو کج فکری و گمراہی والا شبہ کرے گا یا ایسا منافق جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے، اس صفت وخوبی یا اس کے مثل کا انکار سوئے خاتمہ کا سبب ہوتا ہے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے، کیونکہ اس میں دائمی معجزہ اور کھلی کرامت کا انکار ہے۔

ہم سے ہمارے شیخ، شیخ الاسلام کمال الدین امام کاملیہ نے روایت کی ہے، انہوں نے ہمارے مشائخ کے شیخ امام علامہ شیخ شمس الدین جزری سے، انہوں نے اپنے شیخ امام زین الدین مراغی سے انہوں نے شیخ الشیوخ شجاع محدث وواعظ وفقیہ ومقرر ومفسر، امام ومقتدا و حجت شیخ عز الدین احمد فاروقی سے انہوں نے اپنے والد استاد اصیل علامہ جلیل شیخ ابو اسحاق فقرائے ابراہیم فاروقی سے، اور انہوں نے اپنے والد امام فقہا ومحدثین شیخ فقرائے اکابر وعلمائے عاملین شیخ عز الدین عمر ابو الفرج فاروقی، واسطی قدس اللہ سرہم اجمعین سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ ۵۵۵ھ کے حج میں میں اپنے شیخ وملجا اور اپنے سردار ابو العباس قطب وغوث شیخ سید احمد رفاعی حسینی رضی اللہ تعالی عنہ کے ہمراہ تھا، اس سال آپ کو اللہ تعالی کی جانب سے حج کی سعادت حاصل ہوئی تھی، جب حضرت رفاعی مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے سامنے کھڑے ہو کر لوگوں کی موجودگی میں بلند آواز سے عرض کیا السلام علیک یا جدی یعنی اے میرے جد آپ پر سلام ہو، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام یا ولدی اے میرے بیٹے تم پر بھی سلامتی ہو اور اس (جواب) کو مسجد نبوی میں موجود ہر شخص نے سنا اور یہ سن کر سیدنا احمد رفاعی پر جذب طاری ہو گیا، آپ تھرا اٹھے، آپ کا رنگ زرد پڑ گیا، گریہ وزاری کرتے ہوئے گھٹنے کے بل کھڑے ہو گئے اور دیر تک سسکیاں لیتے رہے پھر عرض کیا اے جد کریم!

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها
تقبل الارض عنی وهی نائبتی
وهذه دولة الاشباح قد حضرت
فامدد یمینک کی تحظی بها شفتی

اے جد کریم! دوری کی حالت میں اپنی روح وخیال کو بھیجا کرتا ہے جو میری نیابت میں آستاں بوسی کرتے تھے اور آج یہ دور افتادہ خود در دولت پر حاضر ہے لہٰذا آپ اپنے دست کرم کو دراز فرمائیں تاکہ میرے لب دست بوسی کی سعادت حاصل کر سکیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معطر دست مبارک کو قبر انور شریف سے باہر نکالا، جسے نوے ہزار زائرین کے ہجوم میں امام رفاعی نے چوما، یہ سارے لوگ دست مبارک کو دیکھ رہے تھے، اس وقت مسجد میں حجاج کرام کے درمیان شیخ حیات بن قیس حرانی، شیخ عبد القادر جیلی (حضرت غوث اعظم مقیم) بغداد، شیخ خمیس اور شیخ عدی بن مسافر شامی وغیرہ بھی موجود تھے۔ اللہ تعالی ہم سب کو ان حضرات کے علوم واسرار سے نفع بخشے، ہم نے بھی ان حضرات کے ساتھ حضور کے پاکیزہ دست مبارک کی زیارت کی اور اسی دن شیخ حیات بن قیس حرانی نے سید احمد کبیر رفاعی سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور آپ کے مریدین و

مسترشدین میں شامل ہو گئے۔

ایک دوسرے طریقے سے مجھ سے روایت کیا ہے شیخ محمد علی نے ان سے شیخ ابی الرجال یونینی بعلبکی نے، ان سے شیخ عبد اللہ بطائحی قادری نے، ان سے شیخ علی بن ادریس یعقوبی نے اور ان سے ان کے شیخ قطب یگانہ وغوث زمانہ شیخ عبد القادر جیلی بغدادی نے روایت کیا ہے، فرمایا کہ اس محفل کرامت میں میں بھی موجود تھا جس میں اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کے ذریعہ شیخ احمد کبیر رفاعی کی کرامت و بزرگی کا اظہار کیا، یعقوبی کہتے ہیں میں نے اپنے شیخ حضرت جیلانی سے عرض کیا: حضور حاضرین کو اس کرامت و بزرگی سے حسد نہیں ہوا تو یہ سوال سن کر حضرت غوث صمدانی رونے لگے اور جواب دیا اے ابن ادریس اس پر تو ملا اعلی (فرشتوں) نے بھی رشک کیا ہے۔

ایک اور طریقے سے، مجھ سے امام توصی نے بیان کیا ہے، ان سے شیخ قطب الدین خزانجی نے، ان سے شیخ رکن الدین سنجاری نے، ان سے ان کے شیخ عدی بن مسافر نے اور ان کے خادم شیخ علی بن موہوب نے بیان کیا ہے، دونوں فرماتے ہیں کہ:

حج والے سال ہم مسجد نبوی میں تھے تو دیکھا کہ شیخ احمد بن رفاعی رضی اللہ عنہ حجرۂ طیبہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہیں اور کچھ عرض کر رہے ہیں جسے بہت سے حضرات نے یاد رکھا اور نقل کیا ہے اور جیسے ہی آپ کی گفتگو ختم ہوئی فوراً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک قبر شریف سے باہر نکلا اور شیخ رفاعی نے اس کا بوسہ دیا، ہم جملہ حاضرین کے ساتھ اس (روح پرور اور ایمان افروز) منظر کو دیکھ رہے تھے (شیخ عدی کے خادم) ابن موہوب کہتے ہیں کہ: خدا کی قسم! گویا اب بھی وہ نظارہ میرے سامنے ہے، جب سفید گورا معتدل ہاتھ قبر مبارک سے باہر نکلا جس کی انگلیاں خوب لمبی لمبی تھیں گویا بجلی چمک رہی ہو، حرم و اہل حرم گویا ابھی رقص کناں ہوں۔

لوگ سلطان محمدی اور جلال احمدی سے اس قدر مرعوب و لرزاں و ترساں تھے اور (اس معجزۂ گرامی) سے اس طرح حیرت زدہ تھے گویا قیامت آنے والی ہو، لوگ حیرت و دہشت میں بے قرار و بے اختیار اٹھ بیٹھ رہے تھے، کبھی اللہ کی تکبیر و بڑائی بولتے تو کبھی حضور اکرم پر صلاۃ و سلام بھیجتے۔

یہ بات معروف ہے کہ حضرت رفاعی کی یہ منقبت مسلمانوں کے درمیان درجۂ تواتر کو پہنچ چکی ہے، اس کی سندیں عالی اور بلند مرتبہ ہیں اور اس کی روایتیں صحیح ہیں، تمام راویوں کا اس کی صحت و صداقت پر اتفاق ہے، اور اس کا انکار منافقت کی نشانیوں میں سے ہے۔

فائدہ: اگر یہ کہا جائے کہ کیا اس فضل و منقبت کے سبب سید احمد (رفاعی رضی اللہ عنہ) اور دوسرے زائرین صحابہ کے زمرے میں داخل ہو گئے؟ کیونکہ ان حضرات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت حاصل ہوئی ہے۔

جواب: ہمارے اساتذہ کے موقف کے مطابق زمرۂ صحابیت میں ان کا دخول محل نظر ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ یہ لوگ داخل نہیں ہیں، یہی رائے سخاوی وغیرہ کی ہے کیونکہ صحابیت کا ثبوت حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ظاہری دنیوی حیات سے متعلق ہے اور یہ حیات اخروی ہے، دنیوی نہیں ہے، اور دنیا کے احکام بھی اس سے متعلق نہیں ہیں۔

یہ واقعہ بھی ثابت شدہ ہے کہ جب سید احمد رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حج فرمایا اور اسی سال میں ان کا وصال بھی ہوا تھا تو انہوں نے روضۂ مبارک **علی ساکنہا افضل الصلاۃ والسلام** کے سامنے کھڑے ہو کر انتہائی عاجزی و خاکساری سے عرض کیا:

ان قیل زرتم بما رجعتم

یا اکرم الرسل ما نقول

یعنی اگر کہا گیا کہ تم نے زیارت کی تو کیا لے کر لوٹے؟ تو اے بزرگ ترین رسول ﷺ ہم کیا جواب دیں گے؟

تو قبر انور سے ایک آواز آئی جسے مسجد میں موجود ہر شخص نے سنا۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیوں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو اس کی زبان میں مخاطب کرتے تھے، جب حمیری نے پوچھا "**ھل من امبر امصیام فی امسفر**" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حمیری لہجے میں جواب دیا اور لام تعریف کی جگہ میم استعمال فرمایا تھا اور یہ مشہور و معروف بات ہے، سید احمد رفاعی کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اسی قبیل سے تھا ؎

میں (امام سیوطی) اللہ تعالی کے لیے جس بات کو مانتا ہوں اور جس پر عقیدہ رکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ سید احمد ابن رفاعی فاطمی حسینی رضی اللہ عنہ معرفت الہی میں پائیدار پہاڑ کی مانند تھے، عظیم ترین سردار تھے، بہت بڑے ولی تھے اور سنت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر بے کنار تھے، آپ رضی اللہ عنہ اولیاء اللہ اور گروہ صوفیا کے ایسے مستند سردار تھے جن کی ذات پر طریقت کا خاتمہ ہو جاتا ہے، جن کی عظمت پر علماء و اولیاء کا اجماع واقع

ہے۔ ان کے تمام معاصر اولیاء نے ان کی سربراہی اور ان کے تقدم کا اعتراف کیا ہے، آپ کے زمانے کے اکابر مشائخ نے آپ کے پرچم رشد و ہدایت کے نیچے راہ سلوک طے کیا ہے، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر پختگی کے ساتھ کاربند اور ان کی اتباع میں خوب راسخ قدم تھے، آپ رضی اللہ عنہ کی ذات پر تواضع اور حسن اخلاق کا خاتمہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ عنہ کے علوم، روحانی امداد سے اور حال و قال سے مستفیض فرمائے اور ہمیں ان کے اور ان کے ولی دوستوں کے زمرے میں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء کے سائے میں رکھے۔

وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

حوالے و حواشی

(۱: اس رسالے کا نام "انباء الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء علیہم السلام" ہے اور یہ سابق مفتی دیار مصریہ علامہ حسنین محمد مخلوف کی تحقیق کے ساتھ مطبعۃ المدنی شارع عباسیہ، قاہرہ سے شائع ہو چکا ہے، اس طبعہ میں سن اشاعت مذکور نہیں ہے البتہ حضرت مفتی اعظم مصر کی "تصدیر" کے آخر میں ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء درج ہے۔ اس سے پہلے یہ رسالہ دو بار دائرۃ معارف نظامیہ، حیدر آباد سے بھی شائع ہو چکا ہے، پہلی بار ۱۳۱۶ھ میں اور دوسری بار ۱۳۳۴ھ میں لیکن ان دونوں اشاعتوں میں کتابت کی بے شمار غلطیاں پائی جاتی ہیں۔) (۲: حلیۃ ابی نعیم، ۳:۳۵۲، عقبہ فرماتے ہیں کہ: براہ ابن جریج عمرو کی یہ روایت غریب ہے کیونکہ مروان اس کی روایت میں منفرد ہیں، لیکن بایں ہمہ اس حدیث کی متابع حدیثیں ہیں چنانچہ ایک متابع امام مسلم نے روایت کیا ہے، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ، ایک متابع کا ذکر امام نسائی نے اپنی سنن میں کیا ہے، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، باب ذکر صلاۃ نبی اللہ موسیٰ علیہ السلام، خود حلیۃ الاولیاء میں اس کے متابع موجود ہیں، ۶:۲۵۳ و ۳۳۳، بیہقی، جزء حیاۃ الانبیاء بعد وفاتہم، ص:۳۱، اور یہ تمام متابعات حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں علاوہ ازیں امام مسلم نے اپنی صحیح میں، کتاب الایمان، باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال اور بیہقی نے اپنے مذکورہ بالا رسالے میں، ص:۳۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے متابع کی روایت کی ہے، مزید دیکھیے، بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲:۳۸۵) (۳: مسند ابی یعلیٰ، ۶:۱۴۷، و بیہقی، حیاۃ الانبیاء، ص:۳، و بزار، کشف الاستار، ۳:۱۰۰، و حافظ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۱۱ حافظ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کی روایت ابو یعلیٰ اور بزار نے کی ہے اور ابو یعلیٰ کے تمام راوی ثقہ ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی المطالب العالیہ میں اس حدیث کی روایت کی ہے اور اسے ابو یعلیٰ اور بزار سے منسوب کیا ہے) (۴: صحیح بخاری کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، بیہقی، دلائل النبوۃ، ۷:۱۷۲ "ابہر" ایک نس ہے جس کے ٹوٹنے سے انسان کی موت ہو جاتی ہے) (۵: آل عمران: ۱۶۹) (۶: جب یزید کی سرکشی اور طغیانی حد سے گزر گئی اور اس کے فسق و فجور کی خبریں متواتر ہو گئیں اور شام سے آنے والے افراد و وفود نے پے در پے یزید کی شراب نوشی اور ترک نماز و جماعت کی خبریں پہنچائیں تو اہل مدینہ نے یزید کی بالجبر بیعت کا طوق بھی اتار پھینکا، جب یزید کو اس کی خبر ملی تو سخت غضبناک ہوا اور مسلم بن عقبہ کے زیر کمان دس یا بارہ کی فوج بھیجی اور مدینہ منورہ کو ان کے لیے تین روز تک حلال کر دیا، اور یزید کے حکم و مرضی کے مطابق مسرف بن عقبہ کی فوجوں نے شہر نبی کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ شاید اس کی مثال وحشی تاتاریوں کے یہاں ہی ملے، ان فوجیوں نے مدینہ میں قتل عام کیا، مسجد نبوی میں اپنے گھوڑے باندھے اور حرم محمدی کو پوری طرح سے پامال کیا، اہل مدینہ یا تو مارے گئے یا شہر چھوڑ کر چلے گئے، چنانچہ اس درمیان میں مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ نماز بھی نہیں ہوئی۔ یزیدی فوجیوں نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا اور وہ مسجد میں پڑے رہتے تھے، جن دنوں میں یہ المناک واقعہ پیش آیا انہیں تاریخ کی کتاب میں ایام حرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ واقعہ سن ۶۳ھ کے شروع میں پیش آیا تھا۔ دیکھیے، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جزء:۸، سن ۶۳ھ کے واقعات) (۷: بشرطیکہ وہ چیز کسی نبی کے ساتھ مخصوص نہ ہو) (۸: یعنی حضور نے سید احمد رفاعی کو ان کے مادری لہجے میں مخاطب فرمایا اور یہ لہجہ بربری یا مغرب عربی کا کوئی لہجہ ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت کے آباء واجداد وہیں سے ہجرت کر کے عراق میں واسط کے قریب ام عبیدہ میں اقامت گزیں ہوئے تھے۔